© rasailojaraid.com

شعرائے ایران کا پیشرو

(از ـ ڈاکٹر سید رجب حسین تنہا ایم۔ اے۔ پ۔ ایچ۔ ڈی)

ابوعبداللہ جعفر بن محمد الرودکی، رودک، نخشب یا نسف کا رہنے والا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ وہ رود آلہ موسیقی بہت اچھا بجاتا تھا اس لئے رودکی کے نام سے شہرت پائی۔ مادرزاد اندھا تھا، قرآن مجید حفظ کیا، قرأت کی تکمیل کی، خوش گلو تھا، بذلہ سنج تھا۔ فنِ موسیقی میں مہارت حاصل کی اور بربط بجانے میں کمال حاصل کیا۔

امیر نصر بن احمد کے دربار میں رسائی ہوئی تو ندیمی کے منصب پر فائز ہوا۔ تقرب و اثر کے لحاظ سے ندیم کا مرتبہ وزراء سے بھی بالاتر سمجھا جاتا تھا۔ نصر کی تربیت اور قدر و منزلت سے اس کو بے اندازہ دولت حاصل ہوئی۔ دربار کے بڑے بڑے وزراء اور امراء بھی اس کے جاہ و حشم کا مقابلہ نہ کر پاتے تھے۔ بچپن سے ہی طبیعت شعر و شاعری کی طرف مائل تھی۔ شاہی تقرب حاصل ہونے سے قبل ہی وہ ایک مسلم الثبوت شاعر تسلیم ہو چکا تھا۔

رودکی کو ایران کا پہلا شاعر مانا جاتا تھا۔ بعض اسے فارسی شاعری کا آدم مانتے ہیں۔ اس نے تمام اقسامِ شاعری پر طبع آزمائی فرمائی اور ایک مرتّب ذخیرۂ سخن چھوڑ گیا۔ مگر ایک چیز غور طلب ہے۔ شاعری ایک فردِ واحد کی تخلیق نہیں ہوتی۔ اس کی پیدائش اور ترقی کے لئے ایک نسل بھی ناکافی ہے۔ رودکی کے کلام سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ زبانِ فارسی ابتدائی مراحل طے کر چکی ہے۔ پس یہ ماننا پڑے گا کہ اکیلے رودکی نے وہ تمام مرحلے طے نہیں کئے۔ اگر اسے تسلیم کر بھی لیں تو ہمیں اس کے ابتدائی اور آخری زمانے کے کلام کا موازنہ کرنا پڑے گا۔ ابوسعد السمعانی کے بیان سے اس کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھتا ہے :۔ "والمشھور منھا (من الروذک) الشاعر الملیح القول بالفارسیۃ السائر دیوانہ فی بلاد العجم ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن حکیم بن عبد الرحمٰن بن آدم الروذکی الشاعر السمرقندی، کان حسن الشعر، متین القول، قیل اوّل من قال الشعر الجید بالفارسیۃ ھو، وقال ابوسعد الادریسی الحافظ ابوعبداللہ الروذکی کان مقدما فی الشعر بالفارسیۃ فی زمانہ علیٰ اقرانہ یروی عن اسماعیل بن محمد اسلم القاضی السمرقندی حکایۃ حکاھا عنہ ابوعبداللہ بن ابی حمزۃ السمرقندی، لانعلم لہ حدیثاً مسنداً، وبعد ان رایت لہ روایۃ لم استحسن ترک ذکرہ، قال وکان ابوالفضل البلعمی وزیر اسمٰعیل بن احمد والی خراسان یقول لیس للروذکی فی العرب والعجم نظیر ومات بروذک سنۃ ۳۲۹ ھ"[۱]

اس بیان کا یہ جملہ کہ فارسی شعر اچھے کہتا تھا نزاع کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔ ورنہ اس کے زمانہ میں متعدد فارسی گو شعراء موجود تھے۔ اس لئے ابوسعد الادریسی نے لکھا ہے کہ رودکی اپنے زمانہ کے تمام شعراء کا پیشرو ہے۔ اگر وہ تنہا فارسی شاعر ہوتا تو اظہارِ تقدم کی ضرورت لاحق نہ ہوتی۔

شعروشاعری کے میدان میں اس شاعرِ باکمال کا لوہا سب مانتے آئے ہیں۔ شہید بلخی دبجاالہ عوفی) اس کے کمالِ فن کا بیحد مداح تھا، معروفی بلخی اسے "سلطان شاعراں" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ عنصری معترف ہے کہ "میں غزل اور قصیدے میں رودکی کی ہمسری نہیں کر پاتا"۔

کلیلہ ودمنہ کی نظم کی تکمیل پر رودکی کو چالیس ہزار درہم بطور صلہ ملے۔ ایک قصیدہ میں اس صلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عنصری کہتا ہے :۔

چہل ہزار درم رودکی ز مہتر خویش　　　　عطا گرفت بہ نظم کلیلہ در کشور

فردوسی شاہنامہ میں کلیلہ ودمنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں قلم اٹھاتا ہے

---

[۱] کتاب الانساب للسمعانی "بیان الروذکی"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کلیلہ تبازی شد از پہلوے بدینسان اکنون ہمی بشنوی

اسدی نے اپنی تصنیف کردہ لغات الفرس میں کلیلہ و دمنہ کے چند اشعار دیے ہیں ان میں سے چھ شعر یہ ہیں :۔

تاجہاں بود از سرِ آدم فراز کس نبود از راہِ دانش بے نیاز
مردماں بخرد اندر ہر زماں راہِ دانش را بہر گونہ زباں
گرد کردند گرامی داشتند تا بسنگ اندر ہمی بنگاشتند
دانش اندر دل چراغِ روشن است وز ہمہ بد بر تنِ تو جوشن است
انک را دانم کہ رویم دشمن است وز رہ ان پاک بدخواہ من است
ہم بہر کہ دوستی جویش من ہم سخن با آشتی گویش من [1]

ایک دفعہ نصر بن احمد بخارا سے بادغیس (ہرات) میں آیا۔ بہار کا زمانہ تھا۔ بادشاہ وہاں کی دلفریبیوں پر کچھ اس قدر ریجھا کہ پورے چار سال گذار دیئے۔ ادھر ارکینِ سلطنت خدام اور اہلِ لشکر بال بچوں کی جدائی سے پریشان حال تھے۔ بادشاہ سے کہے تو کون کہے، کسی میں اتنی ہمت کہاں! آخر انھیں ایک ترکیب سمجھ میں آئی۔ رودکی کو آمادہ کیا کہ کسی طرح بادشاہ کو بخارا چلنے پر آمادہ کرے۔ دوسرے دن رودکی دربار میں پہنچا اور عشاق کی دھن میں ساز کے ساتھ یہ اشعار گائے :۔

بوئے جوئے مولیاں آید ہمی یادِ یارِ مہرباں آید ہمی
ریگِ آموے و درشتیہاے او زیر پایم پرنیاں آید ہمی
آبِ جیحوں با ہمہ پہناوری خنگ مارا تا میاں آید ہمی
اے بخارا شاد باش و شاد زی شاہ سویت میہماں آید ہمی

---

[1] اس کے ۱۰۸ ابیات پراگندہ دستیاب ہو چکے ہیں۔ یہ مسدس مقصور بحرِ رمل میں ہے۔ وزن فاعلات فاعلات فاعلان ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ سرو است و بخارا بوستاں　　سرو سوے بوستاں آید ہمی
شاہ ماہ است و بخارا آسماں　　ماہ سوئے آسماں آید ہمی

ان اشعار کو سنتے ہی نصر پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ بخارا کی یاد آتے ہی دل تڑپ اٹھا۔ بغیر موزے پہنے ہوئے چل پڑا اور پوری ایک منزل پر جا کر دم لیا۔ یہی ہے وہ اثر جس نے رودکی کے کلام کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ عروضی سمرقندی جو خود ایک زبردست شاعر تھا چہار مقالہ میں لکھتا ہے کہ آج تک کسی نے اس قصیدے کا جواب نہیں دیا۔

مذکورہ بالا قصیدہ اور اس کا شانِ نزول شعرا اور ایران کے ادیبوں میں بہت مشہور رہا ہے۔ خواجہ حافظ شیرازی اپنی ایک غزل میں جس کا مطلع

"سینہ مالامال درد است اے دریغا مرہمے　　دل ز تنہائی بجاں آمد خدارا ہمدمے"

ہے، اس قصیدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ؎

خیز تا خاطر بداں ترکِ سمرقندی دہیم　　کز نسیمش بوئے جوئے مولیاں آید ہمی

اسی واقعہ کا ذکر حمداللہ مستوفی نے ظفر نامہ میں یوں نظم کیا ہے ؎

چو برخواند گویند ایں بیت شش　　برآمد ز جا میر خورشید فش
نماندش کہ ابیات خواند تمام　　رواں گشت آں میر گردوں غلام
بدانساں کہ باکفش شد سوئے راہ　　مجال توقف نمی یافت شاہ
بشہر بخارا ز ملکِ ہرات　　برفت و برآسود از آں سپاہ

رودکی نہایت تیز فہم تھا۔ اس کے سینے میں ایک حساس دل تھا جو زمانہ سے پند و عبرت حاصل کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتا تھا۔ اس لئے جو کچھ کہتا تھا وہ اس کے دل کی بات ہوتی تھی۔ دنیا کی بے ثباتی پر رودکی، خیام اور قریب قریب ہر شاعر نے بہت کچھ لکھا ہے مگر ان سب میں رودکی کا بیان فصیح تر ہے۔ چنانچہ کہتا ہے: ؎

لہ ہندوستان کے مطبوعہ نسخوں میں یوں ہے ؎ کز نسیمش بوے جوے حوریاں آید ہمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

این جہانِ پاک خواب کرداراست — آن شناسد کہ دلش بیداراست

ایک اور جگہ کہتا ہے :۔ ؎

زندگانی چہ کوتہ و چہ دراز — نہ بآخر بمرد باید باز

خواہی اندر عناو شدت زی — خواہی اندر اماں بنعمت ناز

این ہمہ روز مرگ یکسانند — نشناسی زیک دگرشاں باز

کسی کی خوشحالی پر رشک اور حسد نہ کرنا چاہیئے۔ نصیحت کے پیرایہ میں کہتا ہے :۔ ؎

زمانہ پندے آزادہ وار داد مرا — زمانہ راچوں نکو بنگری ہمہ پنداست

بروز نیک کساں گفت غم مخور زنہار — بسا کسا کہ بروزِ تو آرزومنداست

یعنی جس طرح تم اوروں کی خوش قسمتی پر رشک کرتے ہو، دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تمھاری حالت پر رشک کرتے ہیں۔ اس لئے شکایت کی گنجائش نہیں۔

زندگی کا فلسفہ رودکی کی نظر میں :۔ ؎

شاد زی با سیاہ چشماں شاد — کہ جہاں نیست جز فسانہ و باد

زآمدہ شادماں نباید بود — وز گذشتہ نہ کرد باید یاد

نیک بخت آں کسے کہ داد و بخورد — شور بخت آنکہ او نخورد و نداد

باد و ابرست ایں جہاں افسوس — بادہ پیش آر ہر چہ بادا باد

بڑے بڑے شعراء رودکی کے کلام سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ رودکی نے کہا ہے :۔ ؎

نیک بخت آں کسے کہ داد و بخورد — شور بخت آنکہ او نخورد و نداد

شیخ گلستاں میں کہتے ہیں :۔

عاقلے را پرسیدند کہ نیک بخت کیست و بد بخت چیست؟ گفت نیک بخت آنکہ خورد و کشت و بد بخت آنکہ مرد و ہشت۔

رودکی نے کہا ہے :۔ ؎

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درست وراست کنادایں مثل ظفرآورا — اگر ببست یکے درہزار در بکشاد

اسی کو سعدی کہتے ہیں:۔

خدا گر زحکمت ببندد درے — زرحمت کشاید درے دیگرے

رودکی:۔

یکے آلودہ اے باشد کہ شہرے را بیالاید
چو از گاواں یکے باشد کہ گاواں را کند ریخن

سعدی:۔

چو از قومے یکے بیدانشی کرد — نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را
ندیدستی کہ گاوے در علفزار — بیالاید ہمہ گاوانِ دہ را

فارسی شعرا میں بمشکل چند شاعر ایسے نکلیں گے جن کا دامن ہجو کہنے سے پاک ہو۔ بعض تو بہت بیباک شاعر گذرے ہیں جن کو ہجو کہنے میں ہی لطف آتا تھا۔ رودکی نے بھی ہجو کہی ہے لیکن متانت اور سنجیدگی کے ساتھ مثلاً:۔

آں سر بدرت بد نشت خاک زری — مامات رف وود روبہ چالاک زدی
آں بر سر گور ہا تبارک خواندی — وین بر در خانہا ہتور اک زدی

ظاہر ہے کہ اس ہجو میں اس نے مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ یہ ایک ایسے آدمی کے حق میں ہجو کہی ہے کہ اس کا باپ گورستان میں قرآن خوانی کرتا ہے اور ماں گھروں میں دف بجاتی پھرتی ہے۔ ایسا آدمی بلند مقام پر پہنچ جائے اور رودکی جیسے شاعر کو تکلیف دے اس کی سزا کے لئے یہ اشعار ہی کافی ہیں۔ اس میں نہ تو کسی پر تہمت ہے اور نہ مغلظات۔ ایک شکایت کہی ہے:۔

زہے سوار دجوان وتونگراز رہ دور — بخدمت آید نیکو سگال نیک اندیش
پسند آید مرخواجہ راپس ازدہ سال — کہ بازگردد پیرد پیادہ ودل ریش

ممدوح کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ کیا یہ مناسب ہے کہ جو لوگ آپ کے دربار میں جوان اور دولتمند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سواریوں پر آئیں وہ آپ کے ہاں امیدواری میں پڑے جھولا کریں کہ جب واپس جانے لگیں تو دولتمند غریب اور سوار پیادہ اور جوان بوڑھا ہوکر جائے۔

تنوعِ مضامین کے لحاظ سے اس کی شاعری ہمہ گیر ہے' واقعہ نگاری وعظ و نصائح، عشق و محبت، مدح و ثنا، خیال بندی، صنائع و بدائع، ہجو و شکایت پر مشتمل ہے۔ پند و نصائح میں حسنِ ادا کے ساتھ اس نے دقیق نکتے بیان کئے ہیں۔ واقعہ نگاری شاعری کا ایک عنصر ہے۔ رودکی کو اس میں کمال حاصل تھا۔ مدحیہ شاعری میں خیال آفرینی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ قصیدہ کا جو طریقہ اس نے اختیار کیا تھا آج تک قائم ہے۔ یعنی ابتدا میں تشبیب پھر مدح کی طرف گریز، جود و سخا، عدل و انصاف، شجاعت اور دلیری۔ پھر دعائیہ۔

تمام تذکرے متفق اللفظ ہیں کہ رودکی مادرزاد نابینا تھا۔ محمد عوفی نے لباب الالباب میں لکھا ہے :۔

"اکمہ بود اما خاطرش غیرتِ خورشید و مہ بود۔ بصر نداشت اما بصیرت داشت۔ مکفوفی بود اسرار لطائف بروئے مکشوف۔ محجوبی بود از غایت لطف طبع محبوب۔ چشم ظاہر بستہ داشت اما چشم باطن کشادہ"۔

ایک اور جگہ لکھا ہے :۔

"از مادر نابینا آمدہ اما چناں ذکی و فہیم بود کہ در ہشت سالگی قرآن تمامت حفظ کرد و قرأت بیاموخت"۔

بہارستان میں جامی نے اور مؤلف ہفت اقلیم اور مجمع الفصحا نے اسی بیان کی تائید کی ہے۔ مگر رودکی کے بعض اشعار میں جن سے اس کی کور چشمی ثابت نہیں ہوتی۔ مثلاً وہ کہتا ہے:۔ ؎

نظر نگویہ بدوزم کہ بہر دیدن دوست ۔۔۔ زخاک من ہمہ نرگس دمد بجائے گیاہ

دوسری جگہ کہتا ہے:۔ ؎

در راہ نشابور دہی دیدم بس خوب ۔۔۔ انگشتہ او درا نہ عدد بودنہ مرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اور جگہ کہتا ہے:۔

پا یک دیدم بجوالی سرخس   بانگک بربردہ با برا اندرا

ان سے ثابت ہوا کہ رودکی کور مادرزاد نہ تھا بلکہ اواخر عمر میں اس کی بینائی زائل ہوگئی تھی شیخ منینی تاریخ یمینی کی شرح میں لکھتا ہے:۔

"دریا یان عمر بچشمش میل کشیدہ شد" وقد سمل[1] فی اواخر عمرہ)

ابوالفضل بلعمی وزیر ۳۲۶ھ میں معتوب سلطانی ہوکر معزول ہوا اور اس کی جگہ جیہانی کو ملی۔ بلعمی اور اس کے دوست احباب بھی نصر بن احمد کے عتاب کا شکار ہوئے۔ ممکن ہے کہ ان کو دربار سے نکال دیا ہو۔ شاہی درباروں میں جو مورد خشم ہوا کرتے تھے اکثر ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی جاتی تھی تاکہ معتوب اندھا ہوجائے۔ آخر عمر میں جوانی اور ایام رفتہ کو یاد کیا کرتا تھا۔ دقیقی اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

استاد شہید زندہ بایستی   وآں شاعر تیرہ چشم روشن بیں

اپنی جوانی کو یاد کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

من موئے خویش رانہ ازاں می کنم سیاہ   تا باز نوجوان شوم ونو کنم گناہ

چوجامہا بوقت مصیبت سیہ کنند   من موئے از مصیبت پیری کنم سیاہ

رودکی کا اسلوب اور طرز شعر گوئی

قصیدہ میں رودکی کا طرز وہی ہے جو خراسانی یا ترکستانی طرز کے نام سے مشہور ہے، اس کا امتیاز سادگی، واقعیت اور شعری خوبی ہے،

عنصری، رودکی کی غزل کی تعریف اور مہارت میں اپنے مرتبہ کی کمتری کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہے

غزل رودکی وار نیکو بود   غزلہائے من رودکی وار نیست

اگرچہ بکوشم بباریک وہم   بدیں پردہ اندر مرا بار نیست

---

[1] سمل کورچشمی بوجہ نزول الماء۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب المعجم کا مصنف رباعی کی ایجاد رودکی کی طرف منسوب کرتا ہے، رودکی کے اشعار میں پند و نصیحت کی کثرت پائی جاتی ہے منجملہ ایک یہ ہے ؎

زمانہ پندی آزادہ وار داد مرا زمانہ را چو نکو بنگری ہمہ پنداست
بروز نیک کساں گفت غم مخور زنہار بسا کسا کہ بروز تو آرزومنداست

اسی طرح ذیل کے قطعہ میں وہ ریا اور ظاہرداری پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

رو بمحراب نہادن چہ سود دل بنجارا و بتان طراز
ایزد ما وسوسۂ عاشقی از تو پذیرد نپذیرد نماز

یعنی ایسے آدمی کی نماز کس کام کی کہ قبلہ رو ہو کر سجدہ کر رہا ہو لیکن خیالات کہیں سے کہیں گھوم رہے ہوں۔

رودکی کے بہترین اور پرتاثیر اشعار اس کے مرثیے ہیں جن میں وہ صبر و شکیبائی کی تلقین کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ دنیا کی سختیوں کی پرواہ نہ کرنا چاہیئے اور جو مصیبتیں نازل ہوں ان میں دل کو قوی رکھیں۔

اے آنکہ غمگنی و سزاواری وندر نہاں سرشک ہمی باری
رفت آنکہ رفت و آمد آنکہ آمد بود آنچہ بود خیرہ چہ غم داری
ہموار کرد خواہی گیتی را گیتی است کی پذیرد ہمواری
مستی مکن کہ نشنود او مستی زاری مکن کہ نشنود او زاری
شو تا قیامت آید زاری کن کی رفتہ را بزاری باز آری
آزار بیش بینی زین گردوں گر تو بہر بہانہ بیازاری
گوئی گماشتہ است بلائے او بر ہر کہ تو برا و دل بگماری
اندر بلائے سخت پدید آید فضل و بزرگواری و سالاری

رودکی نے ۳۲۹ھ میں اس جہان فانی سے رحلت کی۔ اس کا دیوان ایران میں چھپ گیا ہے۔ سعید نفیسی ایرانی نے ایک کتاب "احوال و اشعار رودکی" لکھی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

© rasailojaraid.com